Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The interpretation of Quranic texts through Khabar al-Wahid (solitary reports): Scope and limits according to legal theorists

نص قرآنی کی تاویل خبر واحد کے ذریعے : اصولیین کے نزدیک دائرہ کار اور حدود

Zahid Mehmood
PhD Scholar Department of Islamic Studies
HITEC University Taxila
zahidrizwan393@gmail.com
Arslan Arif
PhD Scholar Department of Islamic Studies
University of Sialkot, Sialkot
arslan.arif@uskt.edu.pk

Abstract

This study explores the role of Khabar al-Wāḥid (solitary reports) in the interpretation (taʾwīl) of the Qur'ān, which is regarded as a qaṭʿī (definitive) source in Islamic law. While definitive texts hold a superior position over speculative evidence, instances of apparent conflict between the Qur'ān and khabar al-wāḥid have generated extensive scholarly debate. The primary objective of this research is to analyze the extent to which uṣūliyyūn acknowledged the authority of khabar al-wāḥid in Qur'ānic interpretation, particularly in three key areas:
(1) abrogation of a Qur'ānic ruling through khabar al-wāḥid;
(2) specification (takhsīs) of a Qur'ānic text through khabar al-wāḥid; and
(3) addition to the Qur'ānic text, either through restriction (taqyīd) or the introduction of new rulings.
The findings reveal that most scholars deny the possibility of abrogation of Qur'ānic rulings through khabar al-wāḥid after the Prophet's ﷺ lifetime, though some allowed it during his life. Regarding specification, many jurists accepted the role of khabar al-wāḥid, while others restricted it due to its speculative nature. As for additions, scholars generally exercised caution, permitting them only in limited cases. Overall, the authority of khabar al-wāḥid in relation to the Qur'ān remains conditional and bounded by principles that safeguard the superiority of definitive evidence.
The study recommends that Qur'ānic texts must always retain primacy, with khabar al-wāḥid applied only where it does not contradict the clear intent of the Qur'ān. Further, contemporary scholars should develop a unified methodological framework to minimize juristic conflicts, and this subject should be given greater emphasis in

academic curricula to equip students with a balanced understanding of the relationship between definitive and speculative proofs.

Keywords: *Qur'ānic Interpretation, Khabar al-Wāḥid, Abrogation, Specification, Principles of Uṣūl al-Fiqh*

تعارفِ موضوع:

شریعتِ اسلامی میں متعدد قطعی نصوص ایسی ہیں جن کے ساتھ بعض اوقات ظنی دلائل، خصوصاً خبرِ واحد، کا ظاہری تعارض پیش آتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نصِ قطعی کا درجہ نصِ ظنی سے بالاتر ہے اور نصِ ظنی اس کے مقابلے میں کم تر حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم جب نصِ قطعی اور خبرِ واحد میں بظاہر تعارض کی صورت سامنے آتی ہے تو اس کے حل میں علما واصولیین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر تین اہم آرا سامنے آئی ہیں، جن پر اس آرٹیکل میں تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس بحث میں نصِ قطعی سے مراد نصِ قرآنی ہے، اور اس تحقیق کا اصل مقصد یہ جاننا ہے کہ نصِ قرآنی کی تاویل میں خبرِ واحد کا کیا کردار ہے اور اصولیین نے اس سلسلے میں کس حد تک اس پر اعتماد کیا ہے۔ نصِ قرآنی کی تاویل مختلف جہات سے ممکن ہے، تاہم زیرِ نظر آرٹیکل میں ہم تین اہم صورتوں کو مرکزِ بحث بنائیں گے:

1. خبرِ واحد کے ذریعے نصِ قرآنی کو منسوخ قرار دینا یا ایسی تاویل اختیار کرنا جس سے وہ نسخ کے درجے میں معلوم ہو۔
2. خبرِ واحد کے ذریعے نصِ قرآنی کی تخصیص۔
3. خبرِ واحد کے ذریعے نصِ قرآنی کے مدلول میں اضافہ کرنا، خواہ وہ تقیید کی صورت ہو یا کسی نئے حکم کا اضافہ۔

اس آرٹیکل میں ان تینوں صورتوں کو اصولیین کے منہج کی روشنی میں پرکھا جائے گا اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ نصِ قرآنی کی تاویل میں خبرِ واحد کی حیثیت، حدود اور دائرۂ کار کیا ہے۔

اہم مباحث:

مبحث اول: خبر واحد سے نص قطعی کا نسخ

مبحث دوم: خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کی تخصیص

مبحث سوم: خبر واحد کے ذریعے نص قطعی پر اضافہ

مبحث اول:

خبر واحد سے نص قطعی کا نسخ

خبر واحد کے ذریعے نص قطعی کا نسخ جائز ہے یا نہیں اس پر تفصیلی بحث سے پہلے نسخ کے مفہوم کو سمجھنا از حد ضروری ہے تا کہ نسخ کی حقیقت واضح کی جاسکے اسی غرض سے ابتداء میں نسخ کا معنیٰ و مفہوم ذکر کیا جاتا ہے

نسخ کی لغوی تعریف:

نسخ لغت میں ازالہ اور نقل کے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ازالہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ختم کر دینا کہ کوئی اور چیز اس کی جگہ نہ آسکے[1]۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ[2]

ترجمہ: پھر اللہ شیطان کی آمیزش کو دور کر کے اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے

یہاں نسخ ازالہ کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ بعض اوقات "ازالہ" سے یہ بھی مراد لیا جاتا ہے کہ ایک چیز کو ختم کر کے اس کی جگہ اس کا متبادل فراہم کیا جائے[3]۔

نسخ کا دوسرا معنیٰ ہے "نقل کرنا" یعنی کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کرنا[4]۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ[5]

ترجمہ: جو کچھ تم کیا کرتے تھے اسے ہم لکھ لیا کرتے تھے۔

نسخ کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاح شرع میں نسخ کے مفہوم کے متعلق متقدمین اور متاخرین فقہا کے اقوال مختلف ہیں۔ متقدمین کے ہاں نسخ کا مفہوم زیادہ وسیع ہے جبکہ متاخرین کے ہاں جو تعریف کی جاتی ہے اس کی رو سے نسخ کا دائرہ کار زیادہ وسیع نہیں۔ دونوں تعریفیں درج ذیل ہیں:

متقدمین کے ہاں نسخ کا مفہوم:

متقدمین کے نزدیک نسخ کی اصطلاح سے بیان مراد ہوتا تھا۔ یعنی عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید، مجمل کی تبیین۔ امام شاطبی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الَّذِي يَظْهَرُ مِنْ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِينَ أَنَّ النَّسْخَ عِنْدَهُمْ فِي الْإِطْلَاقِ أَعَمُّ مِنْهُ فِي كَلَامِ الْأُصُولِيِّين، فَقَدْ يُطْلِقُونَ عَلَى تَقْيِيدِ الْمُطْلَقِ نَسْخًا، وَعَلَى تَخْصِيصِ الْعُمُومِ بِدَلِيلٍ مُتَّصِلٍ أَوْ مُنْفَصِلٍ نَسْخًا، وَعَلَى بَيَانِ الْمُبْهَمِ وَالْمُجْمَلِ نَسْخًا، كَمَا يُطْلِقُونَ عَلَى رَفْعِ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ نَسْخًا؛ لِأَنَّ جميع ذلك مشترك فى معنى واحدًا، وَهُوَ أَنَّ النَّسْخَ فِي

---

[1] فیومی، احمد بن محمد بن علي، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1987ء)، 2/271۔

[2] القرآن، الحج، 52:22

[3] فیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، 1/271۔

[4] فیومی، المصباح المنیر، 2/ 271

[5] القرآن، الجاثیہ، 29:45

الِاصْطِلَاحِ الْمُتَأَخِّرِ اقْتَضَى أَنَّ الْأَمْرَ الْمُتَقَدِّمَ غَيْرُ مُرَادٍ فِي التَّكْلِيفِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ مَا جِيءَ بِهِ آخِرًا، فَالْأَوَّلُ غَيْرُ مَعْمُولٍ بِهِ، وَالثَّانِي هُوَ الْمَعْمُولُ بِهِ[6]

متقدمین کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک نسخ کا اطلاق اصولیین کے کلام (تعریف) سے زیادہ عمومیت کا حامل ہے۔ متقدمین جس طرح کسی بعد میں آنے والی دلیل سے حکم شرعی کے مرفوع ہونے پر نسخ کا اطلاق کرتے ہیں۔ اسی طرح مطلق کو مقید کرنے پر بھی نسخ کا اطلاق کر دیتے ہیں اور عام کو دلیل متصل یا منفصل کے ساتھ تخصیص پر بھی نسخ کا اطلاق کرتے ہیں۔ اسی طرح مبہم اور مجمل کے بیان پر بھی نسخ کا اطلاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام صورتیں ایک ہی معنی میں مشترک ہیں وہ یہ کہ متاخرین کی اصطلاح میں نسخ اس امر کا مقتضی ہے کہ جس چیز کا پہلے حکم دیا گیا ہے وہ مراد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد آنے والا مراد ہے۔ پہلے پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ دوسرے پر کیا جائے گا۔

متاخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم:

متاخرین فقہا کے نزدیک نسخ کی متعدد تعریفات کی گئی ہیں۔ یہاں نسبتاً دو مشہور تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

امام سرخسی کی تعریف:

امام سرخسی نسخ کی تعریف میں کہتے ہیں:

بيان مدة الحكم المنسوخ في حق الشارع وتبديلا لذلك الحكم بحكم آخر في حقنا على ما كان معلوما عندنا لو لم ينزل الناسخ[7]

شارع کی طرف سے منسوخ حکم کی مدت بیان کرنا اور اس حکم کو ہمارے لیے دوسرے حکم سے تبدیل کرنا جو کہ ہم پہ لازم تھا اگر ناسخ نازل نہ ہوتا تو۔

امام رازی کی تعریف

امام رازی نسخ کی تعریف ان الفاظ بیان کرتے ہیں:

النسخ طريق شرعي يدل على أن مثل الحكم الذي كان ثابتا بطريق شرعي لا يوجد بعد ذلك مع تراخيه عنه على وجه لولاه لكان ثابتا[8]۔

نسخ ایک شرعی طریقہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حکم جو پہلے کسی شرعی دلیل سے ثابت تھا، اب اس کے بعد باقی نہیں رہا، حالانکہ اگر یہ (ناسخ) نہ آتا تو وہ حکم بدستور ثابت رہتا۔

ان دونوں تعریفوں میں بظاہر کوئی جوہری فرق نہیں۔ دونوں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نسخ کے ذریعے پہلے والا حکم ختم ہو جاتا ہے۔ امام سرخسی کی تعریف میں البتہ یہ اضافہ بھی ہے کہ نسخ کی صورت میں تبدیل شدہ حکم بھی دیا جاتا ہے۔

---

[6] شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات (قاہرہ: دار ابن عفان، 1997ء) 3/ 344

[7] سرخسی، شمس الأئمہ محمد بن أحمد، أصول السرخسي (بیروت: دار المعرفۃ، 1993ء)، 2/ 56

[8] رازي، فخر الدين محمد بن عمر، المحصول في علم أصول الفقه (بیروت: دار الكتب العلمية، 1997ء) 3/ 285

خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کی تنسیخ

نص قرآنی کی تاویل میں یہ طریقہ اختیار کرنا کہ خبر واحد سے نص قرآنی کو منسوخ کر دیا جائے یا حکم کو معطل کر دیا جائے۔ اس حوالے سے فقہائے کرام کے ہاں دو اقوال ہیں جن کی تفصیل اور دلائل درج ذیل ہیں:

پہلا قول: عدم جواز

جمہور حنفی، مالکی اور حنبلی فقہا کے نزدیک خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کو منسوخ کرنا جائز نہیں[9]۔ چنانچہ امام سرخسی کہتے ہیں:

فأما بخبر الواحد لا يجوز النسخ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن التعارض به لا يثبت بينه وبين الكتاب فإنه لا يعلم بأنه كلام رسول الله عليه السلام لتمكن الشبهة في طريق النقل ولهذا لا يوجب العلم فلا يتبين به أيضا مدة بقاء الحكم الثابت بما يوجب علم اليقين. فأما في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد كان يجوز أن يثبت نسخ الكتاب بخبر الواحد[10]۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد خبرِ واحد کے ذریعے نسخ جائز نہیں، کیونکہ اس سے قرآن کے ساتھ تعارض ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خبرِ واحد کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے، اس میں طریقِ نقل کی وجہ سے شبہے کا امکان موجود رہتا ہے۔ اسی لیے خبرِ واحد علمِ یقینی کا فائدہ نہیں دیتی، اور نہ ہی اس کے ذریعے اس حکم کی مدت متعین کی جا سکتی ہے جو علمِ یقینی کے ذریعے ثابت ہوا ہو۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ جائز تھا کہ کتاب (قرآن) کا نسخ خبرِ واحد سے ثابت ہو جائے۔

دوسرا قول: خبر واحد کے ذریعے نسخ کا جواز

خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کا نسخ جائز ہے۔ یہ رائے بعض مالکی فقہا، بعض شافعی فقہا، حنبلیہ میں سے علامہ طوفی اور شوکانی کی ہے[11]۔

عدم جواز کے دلائل

پہلی دلیل

پہلی دلیل یہ کہ اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ خبر واحد سے نص قرآنی کو منسوخ نہیں کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نفقہ اور سکنی کے متعلق فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو رد کر دیا تھا اور صحابہ نے اس کی توثیق کی تھی[12]۔

دوسری دلیل

خبر واحد کا درجہ خبر متواتر سے کم ہوتا ہے لہذا خبر واحد خبر متواتر کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی[13]۔

---

[9] سرخسی، اصول السرخسی، 2/ 78

[10] سرخسی، اصول السرخسی، 2/ 78؛

[11] آمدي، علي بن محمد، الأحكام في أصول الأحكام (بيروت: دار الكتب العلمية، 1982ء)، 3/ 182

[12] آمدي، الأحكام في أصول الأحكام، 3/ 182

[13] مصدر سابق

جواز کے دلائل

پہلی دلیل

اہل قبا بیت المقدس کی طرف منہ کیے نماز ادا کر رہے تھے؛ ان کے پاس ایک شخص آیا جس نے انھیں یہ خبر دی کہ قبلہ تبدیل ہو کر کعبہ ہو گیا ہے جس پر انھوں نے اپنے منہ کعبہ کی طرف پھیر لیے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلاَةِ الصُّبْحِ، إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الكَعْبَةِ[14]

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: لوگ قباء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہا: "بیشک رسول اللہ ﷺ پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے، اور آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف رخ کریں، لہٰذا تم بھی اس کی طرف رخ کرو۔" اس وقت ان کے چہرے شام کی طرف تھے، چنانچہ وہ فوراً کعبہ کی طرف مڑ گئے۔

اس میں محل استدلال یہ ہے کہ ان لوگوں نے خبر واحد کے ذریعے متواتر کو منسوخ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر نکیر بھی نہیں فرمائی۔

جواب:

اس دلیل کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ خبر واحد کئی قرائن کے ساتھ مقترن ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قطعیت کے درجے کو پہنچ گئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے قطعی کے ساتھ ہی قطعی کو منسوخ کیا۔

قرائن یہ ہو سکتے ہیں کہ ان کے علم میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی تمنا یہ ہے کہ کعبہ کو دوبارہ قبلہ بنا دیا جائے؛ نیز رسول اللہ ﷺ اس انتظار میں تھے کہ کب تبدیلی کا حکم آتا ہے۔ ظاہر ہے نبی ﷺ کی تمنا نے پورا ہونا ہی تھا لہٰذا جب انھیں خبر دی گئی تو ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ قطعی ہے۔

یہاں امام سرخسی نے ایک اور بات بھی کہی ہے وہ یہ کہ خبر واحد کے ذریعے نص قطعی کا نسخ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ممنوع نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کے بعد ممنوع ہے کیونکہ آپ کے زندگی میں خبر واحد کے ظنی ہونے کا امکان نہیں[15]۔ لہٰذا اس روایت سے استدلال ضعیف ہے۔

دوسری دلیل

نبی کریم ﷺ مختلف علاقوں میں صحابہ کو تبلیغ کے لیے بھیجا کرتے تھے؛ وہ لوگوں کو احکام بتاتے تھے جن میں ابتدائی احکام بھی ہوتے تھے اور ان کا منسوخ ہونا بھی بتاتے تھے۔ یہ بھی خبر واحد ہوتی تھی لیکن اس سے احکام کا وہ لوگ نسخ کرتے تھے[16]۔

---

14 البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وايامه (بيروت: دار ابن كثير، 1987ء) رقم الحديث: 403

15 سرخسی، اصول السرخسی، 2/78

16 الشنقيطي، محمد الأمين بن محمد المختار، مذكرة أصول الفقه (بيروت: دار القلم، 1995ء)، 54

جواب

اس دلیل کا ضعیف ہونا واضح ہے۔ جب ایک صحابی نے خود نبی کریم ﷺ سے سن لیا ہے تو وہ تو اس کے حق میں قطعی ہو گیا۔ جب قطعی ہو گیا تو اس کے ذریعے نسخ بھی جائز ہو گیا۔

مندرجہ بالا بحث کا حاصل یہ نکلا کہ جمہور فقہا کے نزدیک نص قرآنی پر خبر واحد کے ذریعے ایسا کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں کی جاسکتی جو نسخ کے درجے میں ہو۔ جو فقہا اس کے جواز کے قائل ہیں ان کی طرف سے دیے گئے دلائل بظاہر ضعیف اور ناقابل اعتنا ہیں۔

مبحث دوم: خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کی تخصیص

تخصیص کا مفہوم

تخصیص کی بعض اہل علم نے یوں تعریف کی ہے:

قصر العام على بعض أفراده بدليل مستقل مقارن[17]۔

کسی مستقل دلیل کی بنا پر عام کو اس کے بعض افراد تک محدود کر دینا۔

ابن حاجب نے دلیل کی قید کو غیر ضروری سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ مختصر تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قصر العام على بعض مسمياته[18]

عام کو اس کے بعض افراد تک محدود کر دینا۔

بیضاوی کی تعریف اس سلسلے میں زیادہ بہتر محسوس ہوتی ہے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں:

إخراج بعض ما يتناوله اللفظ عنه[19]۔

عام کے تحت آنے والے بعض افراد کو اس سے خارج کر دینا۔

تخصیص اور نسخ میں فرق

نسخ اور تخصیص میں کئی طرح سے فرق بیان کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند فروق بیان کیے جاتے ہیں:

1. نسخ سے ثابت شدہ حکم کو ختم کیا جاتا ہے جبکہ تخصیص میں لفظ سے غیر معین مراد کی تعیین کی جاتی ہے[20]۔
2. نسخ کے لیے ضروری ہے کہ منسوخ کے بعد وارد ہو، منسوخ کے ساتھ ہی نازل ہونا جائز نہیں جبکہ تخصیص میں یہ سب جائز ہے۔
3. نسخ کسی ایک شے پر داخل ہو کر اسے منسوخ کر سکتا ہے جبکہ تخصیص کے لیے ضروری ہے کہ عام کے کئی افراد ہوں جن میں سے بعض کو تخصیص کے ذریعے نکالا جائے۔

خبر واحد سے نص قرآنی کی تخصیص

خبر واحد سے نص قرآنی کی تخصیص کے متعلق فقہائے کرام کے ہاں اختلاف ہے جس کا خلاصہ ذیل میں اقوال کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:

---

17 البزدوي، علي بن محمد، كشف الأسرار شرح أصول البزدوي (بيروت: دار الكتب العلمية، 1997ء)، 1/306

18 ابن حاجب، جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر، منتهى الوصول والامل في علمي الاصول والجدل (بيروت، مطبعة السعادة، 1326ھ)، 87

19 بیضاوی، ناصر الدین، منہاج الوصول فی معرفۃ علم الاصول (مصر، مکتبہ محمودیہ)، 24

20 الغزالي، محمد بن محمد، المستصفى من علم الأصول (بيروت: دار الكتب العلمية، 1993ء)، 1/211

حنفی فقہاء کا قول

خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے عام کی تخصیص جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ عام کو کسی دلیل قطعی کے ساتھ اس سے پہلے خاص کیا گیا ہو۔ دلیل کے لیے متصل ہونا ضروری نہیں۔ یہ قول حنفی فقہاء کا ہے[21]۔ اس حوالے سے امام جصاص نے الفصول فی الاصول میں مفصل گفتگو کی ہے۔ امام جصاص کہتے ہیں:

وَأَمَّا تَخْصِيصُ عُمُومِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ الثَّابِتَةِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَبِالْقِيَاسِ فَإِنَّ مَا كَانَ مِنْ ذَلِكَ ظَاهِرَ الْمَعْنَى بَيِّنَ الْمُرَادِ غَيْرَ مُفْتَقِرٍ إلَى الْبَيَانِ مِمَّا لَمْ يَثْبُتْ خُصُوصُهُ بِالِاتِّفَاقِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ تَخْصِيصُهُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَلَا بِالْقِيَاسِ

وَمَا كَانَ مِنْ ظَاهِرِ الْقُرْآنِ أَوْ السُّنَّةِ قَدْ ثَبَتَ خُصُوصُهُ بِالِاتِّفَاقِ أَوْ كَانَ فِي اللَّفْظِ احْتِمَالٌ لِلْمَعَانِي أَوْ اخْتَلَفَ السَّلَفُ فِي مَعْنَاهُ، وَسَوَّغُوا الِاخْتِلَافَ فِيهِ وَتُرِكَ الظَّاهِرُ بِالِاجْتِهَادِ، أَوْ كَانَ اللَّفْظُ فِي نَفْسِهِ مُجْمَلًا مُفْتَقِرًا إلَى الْبَيَانِ فَإِنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ مَقْبُولٌ فِي تَخْصِيصِهِ وَالْمُرَادِ بِهِ۔ وَكَذَلِكَ يَجُوزُ تَخْصِيصُ مَا كَانَ هَذَا وَصْفُهُ بِالْقِيَاسِ وَهَذَا عِنْدِي مَذْهَبُ أَصْحَابِنَا .وَعَلَيْهِ تَدُلُّ أُصُولُهُمْ وَمَسَائِلُهُمْ .

وَقَدْ قَالَ (أَبُو مُوسَى) عِيسَى بْنُ أَبَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي (كِتَابِهِ) الْحُجَجِ الصَّغِيرِ لَا يُقْبَلُ خَبَرٌ خَاصٌّ فِي رَدِّ شَيْءٍ مِنْ الْقُرْآنِ ظَاهِرَ الْمَعْنَى أَنْ يَصِيرَ خَاصًّا أَوْ مَنْسُوخًا حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ مَجِيئًا ظَاهِرًا يَعْرِفُهُ النَّاسُ وَيَعْلَمُونَ بِهِ مِثْلُ مَا جَاءَ عَنْ (النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَنْ {لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ} {وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا } .فَإِذَا جَاءَ هَذَا الْمَجِيءَ فَهُوَ مَقْبُولٌ لِأَنَّ مِثْلَهُ لَا يَكُونُ وَهْمًا[22]

قرآن اور سنت ثابتہ کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کی صورت میں اگر عموم قرآنی ظاہر المعنی ہو اور اس کی مراد واضح ہو کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہو اور اس کی تخصیص بھی بالاتفاق ثابت نہ تو ایسے عام کی خبر واحد اور قیاس کے ساتھ تخصیص جائز نہیں۔ قرآن یا سنت ثابتہ کا ظاہر ایسا ہو جس میں بالاتفاق تخصیص ثابت ہو یا اس کے معنے میں سلف سے ہی اختلاف ہو اور انھوں نے اس میں اختلاف کی گنجائش تسلیم کی ہو اور نص کا ظاہر اجتہاد کی بنا پر متروک ہو گیا ہو یا لفظ فی نفسہ مجمل اور بیان کا محتاج ہو تو ایسی نص کی مراد اور تخصیص کے لیے خبر واحد کو قبول کیا جائے گا؛ اسی طرح ہر وہ نص جس کا یہ حال ہو اس کی تخصیص قیاس کے ساتھ بھی درست ہے۔ میرے نزدیک یہ ہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے اور اسی پہ ان کے اصول اور مسائل دلالت کرتے ہیں۔

عیسیٰ بن ابان اپنی کتاب الحجج الصغیرۃ میں کہتے ہیں ظاہر المعنی نص قرآنی کی تخصیص یا تنسیخ کے لیے کوئی خبر واحد قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک وہ خبر اس انداز میں وارد ہو کہ سب لوگوں کو اس کا علم ہو اور لوگ اسے نبی ﷺ کی حدیث ہونا ایسے ہی جانتے ہوں جیسے یہ حدیث ہے " وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں" یا یہ حدیث کہ کسی عورت پر اسی کی پھوپھی کو نہیں بیاہا جائے گا" اگر اس انداز سے مروی ہو تو وہ مقبول ہو گی کیونکہ اس طرح کی خبر وہم نہیں ہو سکتی۔

حنفیہ کے اصولوں کا خلاصہ

امام جصاص کے درج بالا پیراگراف سے خبر واحد کے ذریعے نص قرآنی کی تخصیص و تاویل کے حوالے سے حنفیہ کے اصول نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل نکات ہیں:

---

[21] سرخسی، اصول السرخسی، 1/ 156

[22] الجصاص، أحمد بن علي الرازي، الفصول في الأصول (بيروت: دار الكتب العلمية، 1994ء)، 1/156

1. جس قرآنی عموم میں نص قطعی سے تخصیص ثابت نہ ہو یا وہ اس قدر واضح ہو کہ مزید بیان کا محتاج نہ ہو خبر واحد کے ساتھ اس کی تخصیص جائز نہیں۔
2. جس قرآنی عموم کے مخصوص ہونے پر اجماع ہو اس میں خبر واحد کے ساتھ بھی تخصیص جائز ہے۔
3. وہ قرآنی عام جس میں کئی معانی کا احتمال ہو اس میں کسی ایک معنیٰ کی تعیین خبر واحد کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔
4. وہ قرآنی عموم جس کے معنیٰ میں عہد سلف سے ہی اختلاف چلا آرہا ہو اس میں بھی خبر واحد کے ذریعے تخصیص جائز ہے۔
5. اگر کوئی خبر ایسی ہے جس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت میں کوئی شبہہ نہیں تو اس کے ذریعے بھی تخصیص کی جاسکتی ہے۔

حنفیہ کی دلیل

عام میں جب کسی دلیل قطعی کے ذریعے ایک بار تخصیص ہو جائے تو اس کی دلالت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے خبر واحد کے ساتھ اس میں تخصیص جائز ہو جاتی ہے؛ لیکن اگر دلیل قطعی کے ساتھ اس کی تخصیص نہ کی گئی ہو تو اس میں ضعف نہیں آتا لہذا خبر واحد کے ساتھ اس کی تخصیص جائز نہیں ہو گی[23]۔

حنفی مذہب پر ایک اعتراض کا جائزہ

بعض اوقات حنفی مذہب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ بعض اخبار آحاد کی بنا پر قرآن کے عموم کی تخصیص کر لیتے ہیں جبکہ بعض روایات کو قبول نہیں کرتے جو کہ بظاہر دوغلی پالیسی ہے۔

اس اعتراض کو بھی امام جصاص نے اس موقع پر موضوع بحث بنایا ہے اور کہا ہے کہ جن اخبار کی بنا پر ہم تخصیص کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک محض احاد نہیں بلکہ مشہور ہیں اور خبر مشہور بھی ایسی جو کہ متواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔ چنانچہ امام جصاص کہتے ہیں:

فَإِنْ قَالَ: قَدْ أَجَزْتُمْ تَخْصِيصَ الظَّاهِرِ بِالْأَخْبَارِ الَّتِي تَلَقَّاهَا النَّاسُ بِالْقَبُولِ، وَإِنْ كَانَتْ مِنْ رِوَايَةِ الْأَفْرَادِ كَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ {لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا}، وَ {لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ} فَهَلَّا جَرَيْتُمْ عَلَى هَذَا الْمِنْهَاجِ فِي سَائِرِ أَخْبَارِ الْآحَادِ

قِيلَ لَهُ: لِأَنَّ مَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقَبُولِ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ فَهُوَ عِنْدَنَا يَجْرِي مَجْرَى التَّوَاتُرِ، وَهُوَ يُوجِبُ الْعِلْمَ فَجَازَ تَخْصِيصُ الْقُرْآنِ بِهِ[24]

ترجمہ:

اگر معترض یہ کہے کہ آپ نے ظاہر قرآن کی تخصیص کو ان اخبار احاد کے ذریعے جائز قرار دیا ہے جنھیں لوگوں کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے مثلاً لا تنکح المرأۃ علی عمتھا اور لا وصیۃ لوارث، آپ اس طریقے کو تمام اخبار احاد کے لیے کیوں نہیں اختیار کرتے؟

اسے جواب میں کہا جائے گا جن اخبار کو لوگوں کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے وہ اگرچہ اخبار احاد ہیں لیکن ہمارے نزدیک وہ متواتر کے قائم مقام ہیں لہذا ان کے ساتھ تخصیص جائز ہو گی۔

[23] رازی، المحصول، 3: 95

[24] الجصاص، الفصول فی الاصول، 1 / 174

ائمہ ثلاثہ کا قول

خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے عام کی تخصیص مطلقا جائز ہے۔ یہ قول جمہور مالکی، شافعی اور حنبلی فقہا کا ہے[25]۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل

عہد صحابہ میں خبر واحد سے عام کی تخصیص کے کئی واقعات پیش آئے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا مثلا ارشاد باری تعالیٰ ہے :حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ[26]

(تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا ہے) یہ آیت مردار اور خون کے حوالے سے عام ہے لیکن درج ذیل خبر واحد سے اس میں دو افراد کی تخصیص کر لی گئی:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: "أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ: الْحُوتُ وَالْجَرَادُ"[27]

ترجمہ: نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں۔ مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں۔

تیسرا قول

خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کے عام کی تخصیص مطلقا ناجائز ہے۔ یہ متکلمین کی ایک جماعت، بعض حنبلیہ اور بعض عراقی فقہا کا قول ہے[28]۔

ان کی دلیل

صحیح مسلم شریف کی یہ روایت ہے

حَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً»، ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى، فَحَصَبَهُ بِهِ، فَقَالَ: وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا، قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ، أَوْ نَسِيَتْ[29]

ترجمہ:

شعبی نے فاطمہ بنت قیسؓ کی وہ حدیث بیان کی کہ "رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کے لیے نہ رہائش رکھی اور نہ ہی نان و نفقہ مقرر کیا۔" اس پر اسود نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھا کر اس کی طرف پھینکیں اور کہا: "افسوس! تم اس طرح کی بات بیان کرتے ہو؟" اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت کو ایک عورت کی بات پر نہیں چھوڑیں گے، ہمیں نہیں معلوم، شاید اس نے یاد رکھا ہو یا بھول گئی ہو۔"

---

[25] رازی، المحصول، 4/ 71

[26] القرآن، المائدۃ5: 3

[27] ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار إحیاء الکتب العربیۃ، 1975)، رقم الحدیث: 3218

[28] شوکانی، محمد بن علي، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول (بیروت: دار الفکر، 1992ء)۔ 1/ 139

[29] مسلم بن الحجاج، أبو الحسن القشیری النیشاپوری، صحیح مسلم (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1991ء)، رقم الحدیث: 1481

یہاں حضرت عمر نے مطلقہ کے لیے عدم نفقہ اور عدم سکنی کی حضرت فاطمہ بنت قیس کی خبر واحد کو قرآن کریم کے عام کے مقابلے میں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر انکار بھی نہیں کیا جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ خبر واحد سے عموم قرآن کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

راجح مذہب

درج بالا مذاہب میں بظاہر راجح مذہب حنفیہ کا محسوس ہوتا ہے کیونکہ نص ظنی کے ساتھ نص قطعی کی تخصیص ممکن نہیں۔ قطعی کے مقابلے میں دلیل بھی قطعی ہونی چاہیے تاکہ ادلہ کی قوت یکساں ہوں؛ جبکہ ظنی میں تو ضعیف ہوتی ہے، ضعیف کے ساتھ قوی کی تخصیص کیسے ہو سکتی ہے۔ تاہم اگر کسی قطعی دلیل کی وجہ سے عام کی تخصیص ہو جائے تو پھر اپنے تمام افراد پر دلالت نہ کرنے کی بنیاد پر اس میں قدرے ضعف واقع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں خبر واحد بھی اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ تخصیص کی جا سکے۔

مبحث سوم

خبر واحد کے ذریعے نص قطعی پر اضافہ

نص پر اضافے کا مفہوم

نص پر اضافے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1۔ نص پر جو اضافہ کیا جا رہا ہے وہ ایک ہی حکم کی جنس میں سے نہ ہو بلکہ کسی اور حکم کی جنس میں سے ہو۔ مثلاً نماز کی فرضیت کا حکم دینا اور پھر زکاۃ کو بھی فرض قرار دینا۔ اس نوع کی زیادتی کے متعلق شوکانی کہتے ہیں کہ اس کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں[30]۔

2۔ نص کے حکم کے بعد کوئی بعد میں آنے والی نص اُس نص میں اضافے کا بتائے۔ جیسے کفارے میں غلام آزاد کرنے کے لیے ایمان کی شرط کا اضافہ کرنا یا غیر محصن زانی کے لیے جلاوطنی کی سزا کا اضافہ کرنا۔

اضافے کا حکم

اس دوسری نوع کا اضافہ اگر خبر واحد کے ذریعے ہو تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ ایسا اضافہ جائز ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں فقہا کے اقوال درج ذیل ہیں:

حنفیہ کی رائے

حنفی فقہا نص پر اس نوع کے اضافے کو نسخ شمار کرتے ہیں اور اس کو جائز نہیں قرار دیتے۔[31]

امام سرخسی فرماتے ہیں

فَعرفنَا أَنه فِي معنى النّسخ وَلَيْسَ بتخصيص والنسخ فِي الحكم الثَّابِت بِالنَّصِّ لَا يكون بِخَبَر الْوَاحِد وَلَا بِالْقِيَاسِ[32]

ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نسخ کے معنیٰ میں ہے تخصیص نہیں ہے اور نص (قطعی) سے ثابت حکم خبر واحد اور قیاس سے منسوخ نہیں ہو سکتا۔

---

[30] شوکانی، ارشاد الفحول، 1: 171

[31] سرخسی، اصول السرخسی، 2: ۸۱ ۔ ۸۴

[32] مصدر سابق، ۸۴

جمہور فقہا کی رائے

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کی یہ رائے ہے کہ اس نوع کی زیادتی نسخ نہیں ہوتی بلکہ تخصیص ہوتی ہے لہذا خبر واحد کے ساتھ اضافہ کرنا جائز ہے[33]۔

امام زرکشی شافعی اس صورت میں ثمرہ اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

واعلم أن فائدة هذه المسألة أن ما ثبت أنه من باب النسخ وكان مقطوعا به فلا ينسخ إلا بقاطع كالتغريب فإن أبا حنيفة لما كان عنده نسخا نفاه لأنه نسخ للقرآن بخبر الواحد ولما لم يكن عند الجمهور نسخا قبلوه[34]

جان لیجیے کہ اس مسئلے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ اضافہ نسخ کے باب سے ہے اور نص بھی قطعی ہو تو پھر وہ نص قطعی سے ہی منسوخ ہو گا جیسا کہ (غیر محصن زانی کے لیے ایک سال) جلاوطنی کی سزا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک چونکہ یہ اضافہ نسخ کے قبیل سے ہے تو انھوں نے نفی کی ہے کیونکہ اس صورت میں قرآن کو خبر واحد سے منسوخ کرنا لازم آتا ہے؛ چونکہ جمہور کے نزدیک نسخ نہیں ہے اس لیے انھوں نے اسے قبول کیا ہے۔

خبر واحد سے نص پر اضافے کی مثال: وضو کے لیے نیت کی شرط لگانا

درج بالا اصول کی روشنی میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ وضو اور غسل کے جواز کے لیے نیت شرط ہے[35]۔

دلیل:

جمہور کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى[36]

ترجمہ: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر بندے کے لیے وہ ہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

حنفیہ کی رائے

حنفیہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت نہ تو رکن ہے اور نہ ہی شرط ہے۔ نیت کے بغیر بھی وضو اور غسل درست ہے کیونکہ نص قرآنی میں وضو کے متعلق جن چار امور کا حکم دیا گیا ہے ان میں نیت کا ذکر نہیں[37]۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِ[38]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھو لو اور ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لو۔

---

33 شوکانی، ارشاد الفحول، 1: 171

34 زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر، البحر المحيط في أصول الفقه (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1994ء) 3/219۔

35 ابو عبد اللہ، محمد بن مفلح، کتاب الفروع، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۳ء) 1: 111

36 قشیری، صحیح مسلم، حدیث 1907

37 سرخسی، اصول سرخسی، 1/ 72

38 القرآن، المائدۃ 5: 6

حنفیہ کے نزدیک یہ آیت وضو کے ارکان و شرائط کے بیان میں قطعی ہے لہذا کسی خبر واحد سے اس پہ کسی نوع کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل بحث:

حنفیہ کے نزدیک نص قطعی پر ایسا اضافہ جو کسی نص ظنی سے کیا جا رہا ہو وہ جائز نہیں ہو گا کیونکہ حنفیہ اسے نسخ شمار کرتے ہیں جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک چونکہ ایسا اضافہ چونکہ تخصیص کے قبیل سے ہے لہذا جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک چونکہ خبر واحد کے ساتھ نص قطعی کی تخصیص بھی نہیں کی جا سکتی لہذا نص پر اضافہ کسی صورت جائز نہیں ہو گا۔

خلاصہ بحث

اس آرٹیکل میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ نصِ قرآنی کو شریعت میں سب سے اعلیٰ اور قطعی درجہ حاصل ہے، جبکہ خبرِ واحد چونکہ ظنی الثبوت ہے، اس لیے نصِ قطعی کے مقابلے میں اس کا درجہ فروتر ہے۔ تاہم اصولیین کے مابین یہ بحث ہمیشہ سے جاری رہی ہے کہ خبرِ واحد نصِ قرآنی کی تاویل میں کہاں تک مؤثر اور معتبر ہو سکتی ہے۔

تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ خبرِ واحد کے ذریعے نصِ قرآنی کی تین بنیادی صورتوں پر گفتگو کی گئی:

(1) نسخ ۔

(2) تخصیص ۔

(3) اضافہ۔

اصولیین کی اکثریت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں نسخ خبرِ واحد کے ذریعے ممکن تھا، لیکن بعد از وفات اس کی گنجائش نہیں رہی۔ اسی طرح نصِ قرآنی کی تخصیص میں خبرِ واحد کو بعض ائمہ نے معتبر تسلیم کیا جبکہ بعض نے اس کو نص کے عموم پر اثر انداز ہونے کے لائق نہیں سمجھا۔ جہاں تک نص پر اضافہ کا تعلق ہے تو اکثر اہلِ علم نے اس کے بارے میں احتیاط برتی ہے اور اسے صرف محدود صورتوں میں تسلیم کیا ہے۔

یوں یہ بات واضح ہوئی کہ اصولیین کے ہاں خبرِ واحد کا نصِ قرآنی کی تاویل میں کردار محدود اور مشروط ہے۔ وہ اسے قطعی دلیل پر غالب نہیں مانتے، البتہ ایسی صورتوں میں استعمال کرتے ہیں جہاں تاویل یا تخصیص کی ضرورت پیش آئے اور نصِ قرآنی کی روح سے کوئی تصادم پیدا نہ ہو۔ اس طرح خبرِ واحد کو نصِ قرآنی کے ساتھ توازن اور ہم آہنگی میں رکھا گیا ہے تاکہ شریعت کے اصولی ڈھانچے میں کوئی اضطراب نہ آئے۔